ڈاکٹر اقبال احمد

پاکستان اور مسئلۂ زمینداری

ملک میں رائج زرعی نظام، فرسودہ جاگیرانہ اساس پر قائم ہے جس کے نتیجہ میں ایک مختصر سا گروہ ظلم و استحصال کے ذریعے ملکی وسائل پر قابض ہے اور آبادی کے بڑے حصہ کو حالت محرومی اور افلاس میں دھکیل رہا ہے۔ اسی زرعی نظام نے دیہی آباد کو دو مختلف طبقوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ایک طبقہ جاگیرداروں زمینداروں کا ہے۔ جو عام طور پر آسودہ حال اسراف و تبذیر اور مسرفانہ عیاشی کا عادی ہے۔ اسے سیاسی اور معاشی اقتدار حاصل ہے۔ دوسرا طبقہ مستضعفین کا ہے جو ذلت آمیز شرائط پر اپنی محنت اور حاصل محنت فروخت کرنے پر مجبور ہے اور معاشرتی اور سیاسی حیثیت سے زیر دست اور محکوم ہے۔

مگر اب یہ دبایا ہوا طبقہ اپنی محرومیوں پر قانع رہنے کو تیار نہیں اور زیر زمین اور بر سر زمین ملحدانہ اقتصادی نظریات کی تبلیغ کے زیر اثر یہ طبقہ ہر ایسے سماجی اور اقتصادی نظام سے جس سے ان کی زبوں حالی کو استحکام ملتا ہو نہ صرف ٹکرا جانے پر آمادہ ہے بلکہ اپنی سابقہ محرومیوں کا بدلہ بھی چکانا چاہتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے اجتماعی تکافلی نظام کے تعطل اور کروڑوں افراد کے معاشرے میں صدیوں سے ایک دوسرے کے حق مارے جاتے ہوتے یہاں تک نوبت آپہنچی ہے کہ محرومی معیشت نے فساد، تصادم اور تشدد کے خطرات پیدا کر دیئے ہیں اور تیز رفتاری سے حالات خطرناک صورت

اختیار کررہے ہیں۔

پسماندہ طبقات کو انسانی شرف و عزت عطا کرنے کے حق میں قرآنی ہدایات اور نبوی ارشادات کو ہم محض اخلاقی تعلیمات کی حیثیت دیتے ہیں۔ ضرورت ہے ہم ان اخلاقی ہدایات کو قانون سازی کے لئے رہنما اصول بنائیں اور ان اخلاقی تقاضوں کو قانون کی قوت سے پورا کرنے کا اہتمام کریں۔

جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا مدعا واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض

القرآن: القصص: ۵

ہم چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو ہماری زمین پر کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں انہیں امام و پیشوا بنائیں انھیں ملک کا وارث بنائیں اور انھیں زمین پر اقتدار بخشیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد صرف بنی اسرائیل ہی کے لئے نہ تھا بلکہ ہر دور کے پسے ہوئے حقوق سے محروم اور مظلوم لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یہی مطلوب اور مقصود ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قرآن کے نزول کا مقصد ہی کفر اور ظلم پر مبنی اجتماعیت کی جگہ صالح اجتماعیت اور عادلانہ نظام کے قیام کو قرار دیتے ہیں آپ فرماتے ہیں۔

کہ انسانیت کے اجتماعی اخلاق اس وقت برباد ہو جاتے ہیں جب کسی جبر سے ان کو اقتصادی تنگی پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ اس وقت وہ گدھوں اور بیلوں کی طرح روٹی کمانے میں مشغول ہو جاتے ہیں پھر اخروی سعادت کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہیں پاتے۔ شاہ ولی اللہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اسلامی اجتماعیت انسان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح و بہبود کا پیغام ساتھ لاتی ہے۔ معاشرے کے ارتقاء کے لئے اقتراب اور ارتفاق دونوں متلازم ہیں[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے ساتھ جو آج ہمارے یہاں زیر دست خادموں، مزدوروں اور ہاریوں کی شکل میں پائے جاتے ہیں ان الفاظ میں حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

---

[1] غلام مصطفیٰ قاسمی: سماجی انصاف اور اجتماعیت: شاہ ولی اللہ اکیڈمی۔ ص ۱۳۔

هم اخوانکم جعلهم اللہ تحت ایدیکم فمن جعل اللہ اخاہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ولا یکلفہ من العمل ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ	وہ تمہارے بھائی ہیں اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے پس جس کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے اس بھائی کو کیا ہے تو جو وہ خود کھائے وہی اپنے بھائی کھلائے جو خود پہنے وہی اس کو پہنائے اور جو اس کی طاقت سے باہر ہو اس کی اسے تکلیف نہ دے اور اگر تکلیف دے تو اس کی مدد کرے

یہی وہ زریں اصول تھے جن کی برکتوں اور عملی مظاہروں نے قرون اولیٰ میں برپا کیا تھا۔ آج بھی اگر ہم اصلاح احوال چاہتے ہیں تو ہمیں وہی اصول اور اقدار اجاگر کرنے ہوں گے اور انہی کو اپنانا ہوگا۔

اہل حق کا یہ مشہور قول ہے لا یصلح اخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اوطعا

زرعی نظام میں مطلوبہ اصلاحات سے متعلق اپنا نقطہ نظر پیش کرنے سے پہلے میں ان اہم تصانیف کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو برصغیر میں زرعی نظام کے بگاڑ اور اس سے پیدا شدہ احوال کے جائزے کو اساس بنا کر لکھی گئیں۔

۱۔ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی اسلام کا نظام آراضی، اس کتاب میں ہندو پاک کے مسلم عہد جاگیرداری نظام کے ارتقاء کی دلچسپ تاریخ اس کی مختلف صورتوں سے متعلق ملکیت کے احکام کی تحقیق ملتی ہے۔

۲۔ مولانا مناظر احسنؒ کی نظام جاگیرداری اور زمینداری، جس میں موصوف نے جاگیرداری اور زمینداری کے استیصال کو نبی آخر الزماںؐ کا منصوبہ قرار دیا ہے اور باب مزارعت کو مطلقاً مسدود کرنے کے حق میں دلائل سے گفتگو کی ہے۔

۳۔ مولانا ظفر احمد عثمانی کی تصنیف، اسلام میں جاگیرداری و زمینداری۔ یہ کتاب جیسا مصنف نے نے خود ظاہر فرمایا ہے مولانا مناظر احسنؒ کے موقف کی تردید میں لکھی گئی ہے مولانا عثمانی نے مولانا مناظر احسن پر نئی رُو میں بہ جانے کا الزام عائد کیا ہے۔

لہ سید سلیمان ندوی: سیرۃ النبی جلد ششم ص ۲۲۰ بحوالہ از صحیح بخاری جلد دوم کتاب الآداب۔

۴۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ کی مسئلہ ملکیت زمین، حضرت مولانا کے پیش نظر بڑی حد تک اشتراکی فلسفہ سے متاثر لوگوں کی فکری اصلاح تھی اس کتاب میں مولانا نے زمین کی شخصی ملکیت کے اثبات اور قومی ملکیت کی نفی کو قرآن، احادیث اور تاریخی شواہد سے ثابت کیا ہے۔ مزارعت کے جواز سے متعلق آپ کا نقطہ نظر وہی ہے جو مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا ہے

۵۔ مولانا محمد تقی امینی کی تالیف اسلام کا زرعی نظام، جس میں موصوف نے زمین کی ملکیت اور حق تصرف کو امانت بتاتے ہوئے شخصی ملکیت اور قومی ملکیت کو اپنے حدود میں جائز مانا ہے اسی طرح جاگیرداری اور مزارعت کے جملہ مسائل کو مصلحت اور مفاد عامہ کے تابع قرار دیا ہے اور اپنے موقف کے اثبات میں عہد نبویؐ اور صحابہؓ و تابعین کے تعامل سے استشہاد پیش کیا ہے۔ تاہم مزارعت کے معاملہ میں آپ حنفیہ کے مفتی بہ مسلک کی حمایت کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے مخالف مزارعت مسلک کی تاویل فرماتے ہیں

۶۔ مولانا محمد طاسین کا مقالہ "مروجہ نظام زمینداری اور اسلام" جو ۱۵ اقساط میں ماہنامہ حکمت قرآن لاہور میں ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔ آپ زمین کی شخصی ملکیت یا اجتماعی اور قومی ملکیت کے بارے میں وہی مسلک رکھتے ہیں جو مولانا تقی امینی نے اختیار کیا ہے یعنی یہ مسائل مفاد عامہ کے تابع ہیں۔ البتہ مزارعت کو مسلم مزارعین کی صورت میں ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اپنے موقف کی تائید میں آپ نے اصل ماخذ سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور بہت فکر انگیز حقائق کو یکجا جمع فرما دیا ہے جنھیں آپ سے پہلے برصغیر کے اہل قلم زیر بحث نہ لائے تھے

۷۔ موجودہ اقتصادی بحران اور اسلامی حکمت معیشت یہ کتاب فی الحقیقت تحریک اسلامی کی اقتصادی کمیٹی کی مرتبہ رپورٹ ہے جس کو ۱۹۶۹ء میں بہت سے علماء کرام اور فاضل ماہرین معیشت کے تعاون سے مرتب کیا گیا تھا۔ کمیٹی میں پروفیسر خورشید احمد، نعیم صدیقی، پروفیسر غلام اعظم، مولانا معین الدین، مولانا گوہر الرحمٰن، سید وصی مظہر اور مولانا عبدالرحیم شامل تھے۔ میرے زیر بحث موضوع کے لحاظ سے یہ کتاب خاص طور سے اہمیت رکھتی ہے اولاً اس لئے کہ یہ کتاب پاکستان کے مخصوص اقتصادی حالات کو اساس فکر بنا کر لکھی گئی ہے۔ ثانیاً یہ کہ اس کی ترتیب میں علماء کرام اور جدید علم معیشت کے ماہرین کا مشترکہ تعاون حاصل رہا ہے اور ان سب کے نتائج افکار اور تحقیقی کاوشوں کا اہم مجموعہ ہے جن کے پیش نظر ملک کی اقتصادی صورتحال کے لئے اسلامی اصولوں کے مطابق معاشی اصلاحات تجویز کرنا ہے جس میں نئی اور پرانی جاگیریں ختم کرنے اور تحدید ملکیت کو ۱۰۰ سے ۲۰۰ ایکڑ تک مقرر کرنے کی

سفارش کی گئی ہے۔ جبکہ مزارعت کو اصولی طور پر جائز قرار دیتے ہوئے غیر منصفانہ صورتوں کو قانوناً روکنے کو کہا گیا ہے۔

ان کتب کے جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ اہل علم متفقہ طور پر فلاحی اسلامی حکومت کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ مفاد عامہ کے تحفظ اور مصالح کی تکمیل کے لئے انفرادی ملکیت یا قومی ملکیت کا معاملہ ہو یا تحدید ملکیت زمین کا مسئلہ ہو یہ سب مسائل حالات اور ضروریات کے مطابق انجام دیئے جاسکتے ہیں۔ البتہ اکثر اہل علم اور اقتصادی کمیٹی کے فاضل اراکین مزارعت کے بارے میں احناف کے مفتی بہ مسلک کے حق میں ہیں۔ جبکہ اس سے اختلاف مولانا مناظر احسن اور مولانا محمد طاسین فرماتے ہیں۔

پاکستان کے دیہی معاشرے کی اصلاح اور زرعی معیشت کو اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ بنانے کے لئے جو خاکہ بھی زیر غور آئے گا اس میں سب سے پہلے یہ دو اہم امور ابھر کر سامنے آئیں گے جن کے صحیح حل ہی پر اصلاحات کا کوئی نقشہ ترتیب دیا جاسکتا ہے۔ جن میں پہلا مسئلہ ملکیت زمین کی تحدید ہے اور دوسرا مزارعت کا معاملہ ہے ان دونوں مسائل پر مختصراً اپنی معروضات پیش کرتا ہوں جس میں استدلال اور استنباط کے لئے برابر انحصار قرآن حکیم پر ہے اس لئے کہ ایک مسلمان کے لئے سوچ اور فکر کا مرکز اور محور قرآن حکیم ہی ہے۔

قرآن حکیم معاشرے کی تشکیل کے لئے جو اساس فراہم کرتا ہے اس میں سب سے اہم یہ عقیدہ ہے کہ سماجی تنظیم میں اللہ تعالیٰ ہی کی فرمانروائی ہوگی کہ اس سے وہی حقیقی مالک ہے۔ انسان کو خلافت الٰہیہ کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔

خلیفہ امین اللہ ہے اس طرح خلافت کی تمام امانتوں کی تنظیم وتقسیم اس طرح کرتا ہے کہ وہ ربوبیت عامہ اور خدا کی صفت رزاقیت کا مظہر بن جائے قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

وللہ مافی السموات ومافی الارض	اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں اور
آل عمران: ۱۰۹	زمین میں ہے۔
انی جاعل فی الارض خلیفہ بقرہ: ۳۰	ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب۔
انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ	جس مال میں تم کو اس نے قائم مقام کیا ہے،
حدید ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات	اس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو بیشک تم کو

الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل — نساء: ۵۸

اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو۔

ان آیات سے مستفاد یہ ہے کہ ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے انسان خلیفہ اور امین، انسان کو انفرادی یا جماعتی طور پر اپنی مقبوضات کے استعمال اور تصرف کا حق حاصل ہے اس حق انتفاع کو ملکیت سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت یہ ہے اسے یہ حق تصرف مشروط طور پر بمقابلہ دوسروں کے زیادہ ہے۔

اسی حقیقت کو حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے ج ۱ ص ۷۱۵

والارض کلھا فی الحقیقۃ بمنزلہ مسجد او رباطٍ جعل وقفا علی ابناء السبیل وھم شرکاء فیہ فیقدم الاسبق فالاسبق وحق الملک فی الارض کونہ احق بالانتفاع من غیرہ [1]

حقیقت یہ ہے کہ پوری زمین بمنزلہ مسجد اور سرائے کے ہے جو مسافروں پر وقف ہوتی ہے اور لوگ اس میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اس لئے ہر پہلے آنے والے کو پیچھے آنے والے پر ترجیح دی جاتی ہے زمین پر آدمی کی حق ملکیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ انتفاع کا حق قابض کو بہ نسبت دوسروں کے زیادہ ہے۔ یہی موقف حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے اپنی تصنیف آب حیات میں پیش کیا ہے

اسی موقف کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے سورہ بقرہ کی آیت ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا کی تفسیر فرماتے ہوئے اس طرح پیش کیا ہے کہ جملہ اشیاء عالم بدلیل فرمان خلق لکم ما فی الارض، تمام بنی آدم کی ملک معلوم ہوتی ہیں کوئی شی فی حد ذاتہ کسی کی ملک خاص نہیں ہے۔ بلکہ ہر شی اصل خلقت میں جملہ ناس میں مشترک ہے اور من وجہ سب کی مملوک ہے ہاں بوجہ رفع نزاع و حصول انتفاع، قبضہ کو علتِ ملک قرار دیدیا گیا یہی وجہ ہے کہ مال کثیر حاجت سے بالکل زائد جمع رکھنا بہتر نہ ہوا۔ اگرچہ زکوٰۃ بھی ادا کی جائے، انبیاء و صلحاء اس سے صدرجہ مجتنب رہے حتی کہ بعض صحابہؓ اور تابعین نے حاجت سے زائد مال رکھنے کو ہی ناجائز فرما دیا تھا۔ اور غیر

---

[1] شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ۔ ج ۱ ص ۷۱۵

مناسب ہونے میں تو کسی کو کلام ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زائد علی الحاجت سرمائے سے اس کی تو کوئی غرض متعلق نہیں اور اوروں کی ملک، من وجہ اس میں موجود ہے تو گویا شخص مذکور ایک لحاظ سے مال غیر میں قابض اور متصرف ہے اور خیانت کا مرتکب قرار پائے گا۔[1]

قرآن حکیم میں ایسی بہت سی آیات ہیں جن میں زمین کی اضاعت انسانوں کی طرف ہے جو ان کی ملکیت پر دلالت کرتی ہیں، واورثکم ارضھم (سورہ احزاب: ۱۲) اور وارث بنایا اللہ نے تم کو ان کی زمینوں کا وان اغدوا علی حرثکم (سورہ قلم) یہ کہ صبح سویرے چلو اپنے کھیتوں پر: یہ آیات واضح طور پر زمین کی شخصی ملکیت کی دلالت کرتی ہیں۔ اسی طرح احادیث میں بکثرت ایسی نصوص ہیں جو زمین کی شخصی اور انفرادی ملکیت کے جواز پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ فقہاء اسلام میں اس بارے میں کبھی اختلاف نہیں ہوا اور سب کا اس پر مکمل اتفاق رہا ہے۔

فقہ اسلامی میں جس طرح انفرادی ملکیت مشروع ہے اسی طرح ملکیت کی تحدید اور انفرادی ملکیت کی قومی ملکیت میں تحویل کا بھی تصور موجود ہے اور ان کی بنیاد مصلحت عامہ اور اس کے تحفظ پر ہے۔

مقصود نہ انفرادی ملکیت ہے نہ اجتماعی ملکیت بلکہ اصل غرض لوگوں کے مصالح اصل کی تکمیل ہے اور ان کی ضروریات، حاجات اور تحسینیات کی کفالت ہے۔

زمانہ خلافت میں ہمیں تحدید ملکیت اور اجتماعی ملکیت دونوں کی صورتیں ملتی ہیں۔ تحدید ملکیت کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کو پیش کیا جاسکتا ہے جس میں آپ نے ایک صحابی بلال بن الحارث المزنی سے زیر کاشت رقبہ سے زائد لے کر مسلمانوں میں تقسیم فرما دی تھی[2] اسی طرح آپ نے ممبر پر کھڑے ہو کر یہ اعلان فرمایا تھا کہ جس شخص کے مردہ زمین کو زندہ کیا وہ اسی کی ہے اور یہ کہ محتجر کا ایسی زمین کے ساتھ تین سال کے بعد کوئی حق نہیں رہتا۔ یہ آپ نے اس وقت اعلان فرمایا جب آپ کے علم میں یہ بات آئی کہ کچھ لوگوں نے زمینیں روک رکھی ہیں اور آباد نہیں کر رہے ہیں اس سلسلہ میں ہم ان احادیث نبویؐ سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں جن میں مالک زمین کے لئے واضح اور دوٹوک جواب ہے کہ وہ اپنی زمین خود کاشت کرے اگر خود کاشت نہ کر سکتا ہو تو دوسرے ضرورت مند کو بلا معاوضہ مفت

لہ مولانا محمود الحسن: ایضاح الادلۃ ماخوذ از سماجی انصاف اور اجتماعیت: از مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ص۱۳

لہ یحییٰ بن آدم کتاب الخراج ص۱۱۰ وکتاب الاموال لابی عبیدہ ص ۱۰۹

کاشت کے لئے دیدے، نہ تہائی پر دے، اور نہ نقد اجارے پر دے[1]۔ اس طرح کی احادیث پر پوری طرح عمل کے نتیجہ میں خود کاشتی کی حد تک محدود ہوجانا واضح طور پر مستفاد ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ ہی نے اپنے زمانہ خلافت میں یمن کے گورنر کو یہ فرمان جاری کیا تھا کہ "خالی زمینیں لوگوں کو کاشت کے لئے دیدو اگر آلات زراعت اور تخم خلافت کی طرف سے دینا پڑے اور لوگوں کی صرف محنت ہو تو خلافت کو پیداوار کی دو تہائی ملے گی اور ان کو ایک تہائی اور اگر یہ سب ان لوگوں کی طرف سے ہو تو پیداوار آدھا آدھ ہوگی"۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی اسی طرح کے احکامات جاری کئے تھے۔ سرکاری خزانے سے کاشت کرانے کا بھی حکم دیدیا تھا تاکہ زمین بیکار نہ پڑی رہے۔ قومی ملکیت اور اجتماعی مشترکہ کاشت کی ابتدائی جھلک ہمیں ان واقعات میں ملتی ہے جو قرون اولیٰ میں پیش آئے تھے۔

دوسرا مسئلہ معاملہ مزارعت کا ہے ہماری آج کی گفتگو کا سب سے اہم نکتہ یہی ہے مزارعت سے مراد زمین کے پیداوار کے کچھ حصہ کے بدلے کھیتی کا معاملہ کرنا ہے جسے ہم بٹائی کا طریقہ کہتے ہیں ملک میں رائج زمینداری اور جاگیرداری کا بڑا انحصار اسی طریق کار پر ہے چنانچہ اگر تحقیق سے یہ ثابت ہو جائے کہ معاملہ مزارعت ناجائز یا اسلامی اصولوں کے لحاظ سے غیر مستحسن اور ناپسندیدہ ہے تو اس کی روشنی میں ملک کے زرعی نظام میں انقلابی اور بنیادی تبدیلیوں کے لئے آواز بلند کی جاسکتی ہے اور یہی معاشرے کے بڑے طبقے کو ظلم اور استحصال سے نجات دلانے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

فقہ اسلامی کے اگر کسی مسئلہ میں نصوص ہی میں اختلاف کی بناء پر صحابہؓ کی آراء میں اختلاف ہو تو پھر تابعین اور بعد کے ادوار میں اختلاف کا سلسلہ قائم رہتا ہے اور کسی قطعی اور حتمی نتیجہ تک پہنچنا دشوار ہوتا ہے اہل علم کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ وہ مختلف فیہ مسئلہ میں استدلال کے بعض شواہد کو بعض پر ترجیح دیں یا مفاد عامہ یا کسی دینی مصلحت کی بنا پر جانبین میں سے کسی ایک جانب کو دوسری جانب کے مقابلہ میں اقرب الی الصواب قرار دیں۔ جیسا کہ امام سرخسیؒ نے لکھا ہے: کان الخلاف فی الصدر الاول والتابعین رحمهم الله واشتهرت الآثار عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم ہمارے سامنے معاملہ مزارعت کی یہی صورت ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرون اولیٰ ہی میں بعض نے مزارعت کو ناجائز اور حرام قرار دیا جبکہ بعض نے اس کے جواز کے حق میں رائے دی۔ صحابہ کرامؓ کے بعد اکابر تابعین

---

[1] امام ابو یوسف: کتاب الخراج ص ۶۵۔

میں سے حضرت ابراہیم نخعی، سعید ابن مسیب، سعید بن جبیر سالم بن عبداللہ[1] مکحول، عکرمہ[2]، حماد، عطاء، مجاہد مسروق، حسن بصری، شعبی، امام اعظم ابوحنیفہ[3]، امام دارالہجرہ، مالک بن انس اور امام شافعی مزارعت کو ناجائز قرار دیتے ہیں جبکہ تابعین میں سے عمر بن عبدالعزیز، قاسم، عروہ آل ابی بکر آل عمر آل علی اور بعد کے اصحاب میں سے امام ابویوسف امام محمد، امام احمد بن حنبل اور محدثین میں سے ایک اہم طبقہ مزارعت کے جواز کے قائل ہیں۔ احناف کے یہاں مفتی بہ قول ابویوسف اور محمد کا ہے اور اسی پر دولت عباسیہ پھر عثمانیہ اور ہندوپاک میں عہد سلطنت میں تعامل جاری رہا ہے اسے قبولیت بھی حاصل ہوئی کہ بگڑے ہوئے سیاسی نظام نے تحت لوگوں کی کفالت کے لئے معاملہ مزارعت کا جواز زیادہ مفید مطلب تھا جبکہ امام ابوحنیفہ نہی مزارعت والی احادیث کو ترجیح دیتے ہوئے مزارعت کو ناجائز مانتے ہیں۔ اور معاملہ خیبر کو سیاسی نوعیت کا خراج مقاسمہ قرار دیتے ہیں۔ ملک العلماء علاء الدین ابن مسعود الکاسانی ۵۸۷ھ نے بدائع صنائع میں حضرت امام ابوحنیفہ کے توقف کی حمایت کی ہے اور صاحبین کے دلائل کے جوابات دیتے ہیں[4]۔ پھر امام مالک جو عمل بالحدیث اور تعامل مدینہ کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں اور ان کے اتباع اور امام شافعی نہی مزارعت کے حامی ہیں۔

ان حقائق کے پیش یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ عصری نظریات سے متاثر ہو کر مزارعت کے عدم جواز کی حمایت کی بات کی جاتی ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر اس موضوع سے متعلق تمام احادیث کو سامنے رکھ کر جانچ پرکھی جائے اور رفع تعارض اور ترجیح کے مسائل کو اصول فقہ کی روشنی میں حل کرنے کی سعی کی جائے تو نہی مزارعت والی احادیث ہے۔

امام ابوحنیفہ امام مالک اور شافعی کے موقف کو راجح تسلیم کرنا پڑتا ہے جبکہ عرف اور حاجت کا لحاظ کرکے مزارعت کو زیادہ سے زیادہ مباح اور کراہت کے ساتھ جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

ہمیں اس حقیقت کو نظرانداز نہ کرنا چاہیئے کہ عہد رسول میں حسب ارشاد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعوما ممال انفسهم کانوا یعالجون	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ خود کام کرنے والے لوگ تھے وہ اپنی زمینوں میں اپنے

---

[1] ص ۲۶۲ ج ۲ طحاوی [2] ص ۲۱۳ : ج ۸ المحلی لابن حزم [3] ص ۲۲۰، ج ۵ عمدۃ القاری ملا علی قاری

[4] علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع الطبعۃ الاول ص ۱۷۰ - ج ۶

اراضیهم بایدیهم ؎۱ ہاتھوں سے کام کرتے تھے ۔

پھر عہد خلافت راشدہ میں نہ کسی کو بیکار رہنے دیا جاتا تھا اور کسی کو دوسرے کی محنت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جاتا تھا ۔ دوسروں سے کاشت کرانے والے وہی ہوتے تھے جن کے ذمہ مفاد عامہ کی کوئی خدمت سپرد ہوتی تھی ۔ اور اس ڈیوٹی کی وجہ سے یا کسی اور خاص وجہ سے وہ کاشت کرنے سے مجبور تھے ؎۲ زمین بہرحال کسی کے پاس ذاتی وقار او اقتدار بڑھانے کے لئے نہ ہوتی تھی انصاف کے تقاضوں کی ہر طرح تکمیل ہوتی تھی ۔

خلافت راشدہ کے بعد ملوکیت اور بادشاہت نے جگہ لے لی ۔ جس کی اساس اور بنیاد ہی جاگیرداری نظام پر قائم تھی ۔ اس طرح مزارعت کا طریقہ مسلم ممالک میں بھی اسی طرح رائج ہو گیا ۔ جیساکہ دوسری اقوام میں رائج تھا ۔ اور بقول حضرت شاہ ولی اللہ مسلمانوں کی حکومت ایرانیوں کی حکومت بن کر رہ گئی ۔ صرف نماز تو مسلمان پڑھتے رہتے اور کلمہ شہادت کو دہراتے رہے ؎۳ ۔

بہرحال متقدمین نے اپنے زمانے کے عرف حاجات اور مفاد عامہ سے متعلق پیش آمدہ مسائل کا فقہی حل پیش کیا جس میں انھوں نے اپنے عہد کے مخصوص سماجی سیاسی حالات کی رعایت سے فتوے دیئے اسی طرح ہمیں آج کے نقشہ احوال میں معیشت کے وسیع الاحاطہ مسائل کو حل کرنے لئے اپنے اجتہادی فکر کو مہمیز دینی ہوگی ہمیں یہ دیکھنا ہوگا آئمہ مجتہدین کے کون سے استنباطات کا اطلاق آج کے سماجی اور معاشی حالات میں مصالح عامہ اور مفاد عامہ کی مخالفت کرنے والے ہیں ۔ اور کون سے وہ ہیں جو عظیم تر اجتماعی تبدیلیوں کے زیر اثر اب اپنی افادیت کھو بیٹھے ہیں ۔ رہنمائی ہمیں سلف کے فقہی سرمائے سے ہی لینی ہے مگر اس رعایت کے ساتھ کہ ناگزیر صورتوں میں ایک محترم امام کی تحقیق مفید مطلب نہ ہو رہی ہو تو دوسرے محترم امام کی تحقیق کو اختیار کر لیا جائے ۔

الحاصل پاکستان کی کثیر آبادی کی معیشت استحصال فیہا کے دائرے اور زندان خانے میں جس طرح تاراج اور پامال ہو رہی ہے اور قوم کے مستضعفین ظلم کی چکیوں میں پس رہے ہیں ، اس قلعہ زندان سے

؎۱ سنن الکبریٰ ص ۱۲۷ ج ۶ ؎۲ محمد تقی امینی اسلام کا زرعی نظام ص: ۱۱۰

؎۳ شاہ ولی اللہ ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء اردو ترجمہ عبدالشکور ج ۱ ص ۹۱۰

راہ نجات کے لئے میں صرف یہی سوچ سکا ہوں کہ مستکبرین کے سب سے زیادہ وسیع الاحاطہ اثرات والے طبقے سے نبرد آزما ہوا جائے، قوم کے مستضعفین میں عزم و حوصلہ پیدا کیا جائے عوامی سطح پر شریعت کے اجتماعی تکافلی نظام، ذرائع پیداوار کی تقسیم اور تنظیم کے طریقوں کو متعارف کیا جائے۔ اصلاحات اراضی کے مسائل کو امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی کے فتووں اور حضرت شاہ ولی اللہ کے افکار کی روشنی میں حل کیا جائے۔ مزارعت پر حضرت [illegible] اعظم ابو حنیفہ و امام مالک کے مسلک کے [illegible] قانوناً پابندی عائد کی جائے۔ صرف ناگزیر مجبوری کی صورت میں مثلاً یتامیٰ اور بیواؤں کو معاملہ مزارعت کی محدود اجازت دی جائے۔ زمین کی حد ملکیت ۲۰ ر پروڈیوس انڈکس کے برابر ایکڑ مقرر کی جائے۔

تمام قدیم جاگیریں بلا معاوضہ ضبط کر لی جائیں۔ نئے بیراجوں کے علاقوں میں سستے داموں یا عطیے کے طور پر سرکاری افسروں کو دی گئی زمینیں واپس لے لی جائیں۔ تعاون باہمی کی انجمنوں کے ذریعہ کاشتکاری کو جدید ٹیکنالوجی اور اصولوں کے تحت ترقی دی جائے زمینداروں اور جاگیرداروں سے حاصل شدہ زمینیں کاشتکاروں میں تقسیم کی جائیں۔ اور یہ زمین زرعی تحقیقی کونسل، زرعی بینک اور زرعی توسیعی خدمات کے اداروں سے زیر نگرانی کاشت میں لائی جائیں۔ کوآپریٹو مارکٹنگ Supervised cooperatives کو فروغ دیا جائے اور کوآپریٹوز کے سلسلے سلسلہ کو Federal Bank of Cooperatives سے مربوط اور منسلک کیا جائے تاکہ ملک کی مجموعی زرعی معیشت سود مند خطوط پر ترقی کر سکے۔

شاید ہم ان ہمہ جہت کوششوں سے اپنے ملک کے محروم طبقات کے لئے شرف دعوت کا سامان بہم پہنچا سکیں اور اسلام کے اجتماعی تکافلی نظام کو قائم کرنے کا راستہ تلاش کر سکیں۔